حفاظ بچوں کی عصری تعلیم ......مگر کیسے؟

عبدالقدوس محمدی

دینی مدارس کے نئے تعلیمی سال کے آغاز کے موقع پر مدارس کے طلباء کے بہت سے مسائل سامنے آئے ہیں، جو نہ صرف یہ کہ قابل غور، بلکہ پریشان کن بھی ہیں۔ آج کی نشست میں ان میں سے ایسے بچوں کے حوالے سے بات کریں گے جو شعبہ کتب میں داخلہ لینا چاہتے ہیں۔ شعبہ کتب میں داخلہ لینے کا مرحلہ ان بچوں کی زندگی کا اہم ترین موڑ ہوتا ہے، ایسے طلباء دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک تو وہ طلباء جو اسکولوں، کالجوں اور دیگر عصری تعلیمی اداروں سے براہ راست دینی مدارس کی طرف آتے ہیں، ان کے اور ان کے والدین کے مسائل کی نوعیت قدرے مختلف ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ تو یہ ہے کہ ایسے طلباء مدارس کے ماحول، مجاہدوں اور آزمائشوں سے بالکل ناآشنا ہوتے ہیں اور ویسے بھی یہ ایک فطری امر ہے کہ ہر نئی جگہ آدمی کو کچھ مسائل ومشکلات کا سامنا ضرور کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے ان طلباء کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ ابتدائی دنوں میں ان کے ساتھ کچھ رعایتیں کرنی چاہئیں اور انہیں اس قدر راستہ ضرور دینا چاہیے جس کی وجہ سے ان بچوں کو علم دین کے حصول کا راستہ مزید کٹھن معلوم نہ ہونے لگے۔

والدین اور بچوں کے لئے شعبہ کتب میں داخل کے بعد آٹھ سالہ تعلیمی سفر کی مثال ویسی ہی ہے، جیسے پہاڑی علاقوں میں کبھی کبھی دھند چھا جاتی ہے، کہر راستوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ آدمی دور سے دیکھتا ہے تو راستہ بالکل بند اور تاریک محسوس ہوتا ہے، لیکن جیسے جیسے آدمی چلتا چلا جاتا ہے ویسے ہی راستے سے دھند ہٹتی جاتی ہے۔ بالکل ویسے ہی شیطان حصول علم کا سفر شروع کرنے والے کے سامنے کبھی آٹھ سال کی طوالت، کبھی روکھے سوکھے کھانے، کبھی فرشی نشستوں اور بچھونوں اور کبھی مستقبل کے واہموں کو اس انداز سے پیش کرتا ہے کہ سامنے اندھیرے، دھند اور کہر نظر آنے لگتا ہے لیکن جوں جوں ہمت، حوصلے اور استقامت سے سفر جاری رکھا جائے سب تاریکیاں اور سارا دھواں چھٹتا چلا جاتا ہے۔ اس کیفیت اور کشمکش میں مدارس کے منتظمین، اساتذہ کرام اور قدیم طلباء کو نو وارد طلباء کے ساتھ خصوصی تعاون، شفقت، ہمدردی اور خیر خواہی سے پیش آنا چاہیے اور نو وارد طلباء کے مسائل کو ملحوظ رکھ کر انہیں اور ان کے والدین کو ایسا راستہ

دینے کا اہتمام کرنا چاہیے تا کہ وہ علم دین سے محروم نہ ہونے پائیں۔

دوسرا مسئلہ ان بچوں کا ہے جو قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ ان کے لئے مدارس کا ماحول اجنبی نہیں ہوتا لیکن ان کے مسائل دوسری طرح کے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ بچے اسکول پڑھنا چاہتے ہیں لیکن آج کل کے اسکولوں کا ماحول ایسا ہے اور ویسے بھی فطری طور پر جب وہ بچے ایک پابندی، محنت اور نگرانی والی زندگی سے نکل کر آزادی والے ماحول میں جاتے ہیں تو وہ بہت سے مسائل سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ قرآن کریم بھول بیٹھتے ہیں، بعض اوقات نماز تک کے اہتمام سے قاصر رہتے ہیں اور کردار و عمل کے لحاظ سے اپنا کافی نقصان کر بیٹھتے ہیں۔ اس لئے ایک تو اس معاملے کو بہت سنجیدگی سے لینے کی ضرورت ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کا معاملہ بھی بہت اہم ہے۔ آج وقت ایسا آ چکا ہے کہ صرف دنیوی معاملات ہی نہیں بلکہ دینی امور بھی عصری تعلیم کے بغیر مشکل ہو گئے ہیں۔ یہ حقیقت اپنی جگہ لیکن عصری تعلیم کے معاملے میں بھی ہمارے ہاں افراط و تفریط کا ماحول دیکھنے میں آ رہا ہے۔ بعض جگہوں پر عصری تعلیم کو اتنی اہمیت اور توجہ دی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے جہاں دینی مدارس کی مقصدیت اور ماحول متاثر ہوتا ہے وہیں طلباء کی ترجیحات، مزاج اور نصب العین تک بدل جاتا ہے، جبکہ بعض جگہوں پر عصری تعلیم کی اس قدر نفی کی جاتی ہے کہ بعد میں بچوں کے لئے مسائل پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض علماء فراغت کے بعد میٹرک اور عصری تعلیم کے حصول کے لئے پریشانی میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں ہمیں ایک تو یہ بات نہ صرف یہ کہ خود مدنظر رکھنی چاہیے، بلکہ بچوں کے والدین اور عوام کو بھی پوری وضاحت وصراحت کے ساتھ باور کروانا ہوگا کہ آیا دینی مدارس دینی تعلیم کے ادارے ہیں یا عصری تعلیم کے؟ ان اداروں کے قیام کا مقصد کیا ہے؟ اور ہماری ترجیحات کیا ہیں؟ کیونکہ رفتہ رفتہ نادانستہ طور پر عصری تعلیم کی اہمیت اور ضرورت کو اس قدر بیان کیا جا رہا ہے کہ اس کی وجہ سے بعض مدارس دینیہ کے ماحول میں بھی کچھ ضرورت سے زیادہ جدیدیت دکھائی دینے لگی ہے۔ اسی طرح عصری تعلیم کی کلی نفی کی وجہ سے بھی بہت سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ اس صورت حال کے تدارک کے لئے سنجیدگی سے غور وخوض کرنے کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی ترتیب نسبتاً بہت سہل ہے، اگر ابتداء سے ہی ایک بچے کو وہ ترتیب سمجھا دی جائے اور اسے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ضمناً عصری تعلیم جاری رکھنے کی اجازت دے دی جائے اور اسے اس بات کا پابند بنایا جائے کہ وہ جمعرات، جمعہ یا وہ اوقات جنہیں وہ فضول ضائع کرتا ہے، انہیں اپنی عصری تعلیم کے لئے صرف کرے تو یوں جب وہ دورہ حدیث سے فارغ ہوگا تو عصری تعلیم میں اسے مساوی سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں ہوگی، بلکہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم میں اس کی ڈگری ماسٹر لیول تک پہنچ چکی ہوگی اور پھر وہ دورہ حدیث کے بعد اس بات پر حیران، پریشان اور سرگرداں نہیں ہوگا کہ اب کیا کرے؟ بلکہ اس کے لئے مزید اعلیٰ تعلیم اور زندگی کے تمام مواقع کو دینی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے تمام دروازے کھلے ہوں گے۔ جو طلباء ذرا نسبتاً باصلاحیت ہوں وہ اوپن یونیورسٹی کی بجائے بورڈ کے امتحانات بھی دے سکتے ہیں لیکن بہرحال ابتداء میں

ایک مرحلے تک مدارس کی طرف سے ان کی رہنمائی اور معاونت کی بہر حال ضرورت ہوتی ہے۔ یہ معاملہ ایسا ہے کہ اگر اسے کسی نظم کے تحت نہ لایا گیا تو اس کی وجہ سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے مسائل جنم لینے کا خدشہ ہے۔

اس وقت سب سے زیادہ توجہ طلب معاملہ حفاظ بچوں کا ہے۔ انہیں اسکول بھیجیں تو بھی مسائل، مدارس میں متوسطات پر تین تین سال لگوائیں تو بھی مسئلہ۔ کیوں کہ اس وقت ان کی نشو ونما تیزی سے ہو رہی ہوتی ہے اور اگر بالکل ہی عصری تعلیم نہ دی جائے تو الگ پریشانی، جبکہ صورت حال یہ ہے کہ صرف اس سال ستاون ہزار کے لگ بھگ حفاظ نے وفاق المدارس کے سالانہ امتحان میں حصہ لیا۔ ان بچوں کے لئے اجتماعی طور پر کچھ سوچنا چاہیے۔ اس سلسلے میں الحمدللہ بہت سے مدارس پہلے ہی گرانقدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور بہت سے مدارس نے میٹرک کا امتحان دینے کا سلسلہ شروع کر وا رکھا ہے لیکن ان تربات کا باہم تبادلہ کرنے کی ضرورت ہے اور اس معاملے میں کوئی مشترکہ حکمت عملی وضع کرنے کی حاجت ہے۔

یہ ایسا کام ہے جو کوئی چھوٹے سے چھوٹا ادارہ بھی بآسانی کرسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ہم نے جامع مسجد محمدی شہزاد ٹاؤن اسلام آباد میں اس سال درجہ اولیٰ سے قبل ایک اضافی درجہ کا آغاز کیا۔ اس درجے میں عربی زبان اور عصری تعلیم دونوں کو پڑھانے کا فیصلہ کیا۔ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے عربی اور عصری تعلیم دونوں کے لئے محلے میں سے ہی اساتذہ مل گئے۔ مولانا طارق جمیل صاحب کے ادارے سے سند فراغت حاصل کرنے والے ساتھیوں نے عربی زبان پڑھانے اور سکھانے کا بیڑہ اٹھایا اور علاقے کے بہت اچھے اور معیاری اسکولوں میں تدریس کرنے والے ساتھیوں میں سے انگریزی اور ریاضی کے لئے دو ایسے ساتھیوں کا انتخاب ہوا، جو نویں اور دسویں کلاس میں انگریزی اور ریاضی کا مضمون برسہابرس سے پڑھا رہے ہیں اور ترتیب کچھ یوں بنائی گئی کہ پڑھائی میں تمام تر توجہ عربی پر مرکوز رہے، تاہم ظہر سے عصر کے درمیانی اوقات یا پھر عشاء کے بعد بہت تھوڑا سا وقت عصری تعلیم (بالخصوص انگریزی اور حساب) کو دیا جائے گا۔ مارچ تک صرف نویں اور مارچ سے رمضان المبارک تک دسویں کلاس کے مضامین پڑھائے جائیں گے تو ان پر عصری تعلیم کا بالکل بوجھ نہیں ہوگا۔ نصاب ماہ رمضان سے قبل مکمل ہو چکا ہوگا، درجہ اولیٰ میں عصری تعلیم کا صرف ایک گھنٹہ ہوگا، جس کا مقصد محض مناسبت برقرار رکھنا اور پڑھے ہوئے نصاب کی دوہرائی ہوگا اور امتحان کے دنوں میں صرف ونحو کے اسباق کو موقوف کرکے دسویں کا امتحان دلوایا جائے گا اور اگر ضرورت محسوس ہوئی تو ان دونوں سالوں کے دوران رہ جانے والی کمی اور کمزوری کے ازالے کے لئے ماہ شعبان میں تعطیلات نہیں ہوں گی۔ اس طرح نہ دینی تعلیم میں کوئی خاص حرج واقع ہونے کا خدشہ ہے نہ زیادہ اضافی وسائل کی ضرورت...... بس تھوڑی سی حکمت عملی کی تبدیلی سے ان شاءاللہ بہت مفید نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

ہم نے کوشش کی کہ منتخب بچے لئے جائیں جو ان شاءاللہ دو سالوں میں عربی، اولیٰ اور میٹرک تینوں چیزیں کرلیں لیکن اگر کسی ادارے میں یہ تینوں کام دو سالوں میں نہ ہو پائیں، بلکہ اس کے لئے تین سال کا عرصہ بھی لگ جائے تو بھی سودا مہنگا نہیں، تاہم اس عرصے میں بچوں کی منزل اور اردو لکھائی پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ الغرض مدارس دینیہ کے نظام کے حوالے سے یہ ایک ایسا پہلو ہے جس پر قابل احترام اکابر، ارباب حل وعقد کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ☆......☆